آیات سجدہ کا"معارف القرآن"اور"تدبر القرآن"کی روشنی میں توضیحی مطالعہ

A Descripted Study of Verses of Sajdah in The Light of Ma'arif Al-Quran and Tadabur Al-Quran

Dr. Shazia
Assistant Professor of Islamic Studies
G.C. Women University, Faisalabad
Email: Shazia.adnan81@gmail.com

Rabab Azam
M.Phil. Scholar, Department of Islamic Studies
G.C. Women University, Faisalabad
Email: Rababazam6@gmail.com

Abstract
For Muslims, bowing down and prostrating to Allah several times a day during daily prayer is a key element of their faith. There are fourteen verses in the Quran that praise those who "Prostrate to Allah." For Muslims, showing humility to Allah in this way is what separates believers from unbelievers. Sajdah Recitation shows the living relationship of the reciter with the Holy Qur'an, hence its extraordinary importance. This is a model of true relationship with the Holy Qur'an, which is the reward of the Messenger of Allah and is also a source of blessing and reward. When reading the verses, Muslims should perform an extra prostration to show a willingness to humble themselves before Allah. This act is known as "Sajdat Al-tilaawah". Urdu interpretations about these verses include Mufti Shafi Usmani's commentary "Ma'arif al-Quran" and Maulana Amin Ahsan Islahi's commentary "Tadabur al-Quran". This article is intended to give knowledge about the wisdoms in the Sajdat Al tilaawah and how they are explained in both interpretations.
Keywords: Tafseer, Ayat Sajdah, Ma'arif al-Quran, Tadabur al-Quran

قرآن پاک اللہ کا کلام ہے، جو اللہ تعالی نے تمام انس وجن کی رہنمائی کے لیے اپنے پیارے نبی ﷺ پر وحی کی ذریعے نازل کیا اور قرآن پاک اللہ کی صفت ہے۔ مخلوق نہیں۔ قرآن پاک دنیا کی واحد محفوظ کتاب ہے جسکا حقیقی مطلب تبدیل نہیں ہو سکا۔ قرآن پاک کی تلاوت عبادت ہے۔ اسکی مختلف آیات مختلف معنی و مفہوم رکھتی ہیں۔ ہر آیت دوسری آیت سے مختلف ہے۔ قرآن پاک کی آیات کی تعداد ٦٦٦٦ بتائی جاتی ہے۔ جبکہ علماء کے نزدیک ان کی اصل تعداد ٦٢٣٦ ہے۔

اس میں کچھ آیات شفاء ہیں۔ کچھ آیات ظلم پر ہیں۔ کچھ آیات متشابہات بھی ہیں۔ کچھ آیات تسبیح ہیں۔ بعض آیات تشبیر ہیں اور بعض آیات سجدہ ہیں۔

بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ اس کے آگے سجدہ ریز ہوتا ہے۔ سجدہ نماز اور عاجزی کی علامت بھی ہے۔ بندہ اپنی پیشانی زمین پر رکھ کر خالق کائنات کے سامنے اپنی انتہائی کمزوری، بیچارگی اور

بند گی کا اظہار کرتا ہے۔ اسلام میں اللہ کے سوا کسی کے سامنے جھکنے اور سجدہ کرنے کی اجازت نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی کے سامنے سجدہ ریز ہونے والا در در کی ٹھوکروں سے بچا رہتا ہے۔

سجدہ تلاوت کا معنی و مفہوم

قرآن کریم میں کچھ مقامات ایسے بھی ہیں۔ جن کی تلاوت کرنے اور سننے سے سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔ اسے سجدہ تلاوت کہتے ہیں۔

لغوی معنی:

سجود، سجدہ کی جمع ہے۔

سجود کے لغوی معنی خضوع (عاجزی) کے ہیں۔ خواہ یہ پیشانی کو زمین پر رکھ کر ہو یا عاجزی کا مظاہرہ کسی اور طرح مثلًا طاعت گزاری سے کیا جائے[1]

اصطلاحی تعریف

سجود التلاوة هو السجود الذي يسجده المسلم عند قراءة آية سجدة إن كان في الصلاة أو خارجها، وسمّي بذلك لأنه سجودٌ خاصٌ بتلاوة القرآن شُرع فعله عند الوصول إلى موضع السجدة أثناء تلاوة القرآن أو استماعه اقتداءً بسنة الرسول -صلى الله عليه وسلم-، وأجمع الفقهاء على مشروعية سجود التلاوة مستدلّين بما رُوي عن ابن عمر -رضي الله عنهما- أنه قال: (كانَ النبيُّ صلَّى الله عليه وسلم يقرأ علينا السورة، فيها السجدة فيسجد ونسجد، حتَّى ما يَجِدُ أحدنا موْضع جبهته)[2]

سجدہ تلاوت وہ سجدہ ہے جسے مسلمان سجدہ کی آیت کی تلاوت کرتے وقت سجدہ کرتا ہے، خواہ وہ نماز میں ہو یا اس کے باہر، اور اسے اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ قرآن کی تلاوت کے لیے خاص سجدہ ہے۔ سجدہ تلاوت، جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے ثابت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ جب ہمارے سامنے کوئی سورۃ تلاوت فرماتے جس میں سجدہ ہوتا پس آپ ﷺ سجدہ کرتے اور ہم بھی سجدہ کرتے یہاں تک کہ نہ پاتا تھا ہم میں سے کوئی بھی اپنی پیشانی کی جگہ کو نہ پاتا۔

سجدوں کی تعداد:

قرآن مجید میں چودہ مقامات ایسے ہیں جن کی تلاوت کرنے یا سننے سے سجدہ کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

لیکن اس میں اختلاف ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک قرآن پاک میں چودہ سجدے ہیں۔ ان کے نزدیک سورۃ حج میں

ایک سجدہ اور سورۃ ص میں ایک سجدہ ہے۔ جبکہ امام شافعی کے نزدیک بھی قرآن پاک میں چودہ سجدے ہیں مگر ان کے نزدیک سورۃ حج میں دو سجدے ہیں جبکہ سورۃ ص میں کوئی سجدہ نہیں ہے۔

امام احمد بن حنبل کے نزدیک قرآن پاک میں پندرہ سجدے ہیں، آپ کے نزدیک سورۃ حج کے بھی دونوں سجدے ہیں اور سورۃ ص کا بھی سجدہ ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک قرآن پاک میں گیارہ سجدے ہیں آپ کے نزدیک سورۃ النجم، سورۃ الانشقاق اور سورۃ علق کے سجدے منسوخ ہیں۔[3]

سجدہ تلاوت کے احکام

سجدہ تلاوت کے لئے باوضو اور قبلہ رخ ہونا ضروری نہیں۔ باوضو اور قبلہ رخ ہونا نماز کی شرائط میں سے ہے۔

امام تیمیہ رحمتہ اللہ فرماتے ہیں:

سجدہ تلاوت چونکہ نماز نہیں ہے، لہذا اسکے لئے نماز کی شرائط مقرر نہیں کی جائے گی۔ بلکہ یہ وضو کے بغیر بھی جائز ہے۔[4]

وَقِيلَ لِعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ:الرَّجُلُ يَسْمَعُ السَّجْدَةَ وَلَمْ يَجْلِسْ لَهَ، قَالَ أَرَأَيْتَ لَوْ قَعَدَ لَهَا كَأَنَّهُ لاَ يُوجِبُهُ عَلَيْه وَقَالَ سَلْمَانُ:مَا لِهَذَا غَدَوْنَا وَقَالَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: إِنَّمَا السَّجْدَةُ عَلَى مَنِ اسْتَمَعَهَا وَقَالَ الزُّهْرِيُّ: لاَ يَسْجُدُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ طَاهِرًا، فَإِذَا سَجَدْتَ وَ أَنْتَ فِي حَضَرٍ، فَاسْتَقْبِلِ القِبْلَةَ، فَإِنْ كُنْتَ رَاكِبًا فَلاَ عَلَيْكَ حَيْثُ كَانَ وَجْهُكَ وَكَانَ السَّائِبُ بْنُ يَزِيدَ: لاَ يَسْجُدُ لِسُجُودِ القَاصِّ[5]

(اور عمران بن حصین صحابی سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جو آیت سجدہ سنتا ہے مگر وہ سننے کی نیت سے نہیں بیٹھا تھا تو کیا اس پر سجدہ واجب ہے۔ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا اگر وہ اس نیت سے بیٹھا بھی ہو تو کیا (گویا انہوں نے سجدہ تلاوت کو واجب نہیں سمجھا) سلمان فارسی نے فرمایا کہ ہم سجدہ تلاوت کے لیے نہیں آئے۔ عثمانؓ نے فرمایا کہ سجدہ ان کے لیے ضروری ہے جنہوں نے آیت سجدہ قصد سے سنی ہو۔ زہری نے فرمایا کہ سجدہ کے لیے طہارت ضروری ہے اگر کوئی سفر کی حالت میں نہ ہو بلکہ گھر پر ہو تو سجدہ قبلہ رو ہو کر کیا جائے گا اور سواری پر قبلہ رو ہونا ضروری نہیں جدھر بھی رخ ہو (اسی طرف سجدہ کر لینا چاہیے) سائب بن یزید واعظوں و قصہ خوانوں کے سجدہ کرنے پر سجدہ نہ کرتے)۔

تعارف مصنفین و تصانیف

مفتی محمد شفیع عثمانی

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ۲۰ شعبان ۱۳۱۴ء کو دیوبند میں پیدا ہوئے۔ آپکے دادا نے آپ کا نام مبین رکھا لیکن جب والد نے اپنے بیٹے کی اطلاع شیخ الوقت عبد القدوس گنگوہی کو دی تو انھوں نے خط کے ذریعے محمد شفیع نام تجویز فرمایا۔[6]

مفتی محمد شفیع نے قرآنی تعلیم حافظ محمد عظیم صاحب سے حاصل کی اور فارسی کی مروجہ کتابیں اپنے والد محترم حضرت مولانا یسین صاحب سے پڑھیں۔ فنون وریاضی کی تعلیم اپنے عم محترم مولانا منظور احمد سے حاصل کی۔ سولہ سال کی عمر میں درجہ عربی میں داخل ہوئے۔ اور یوں ۱۳۳۵ھ میں دارالعلوم دیوبند کی تعلیم سے فارغ ہوئے۔ اپنے وقت کے عظیم المرتبت علمائے امت سے آپکو شرف تلمذ حاصل رہا۔ آپ کے قلم گہر بار سے تین سو کے قریب کتابیں منظر عام پر آئیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔ ختم النبوت کامل، اسلام کا نظام اراضی، سیرت خاتم الانبیاء، کشکول، جواہر الفقہا، مقام صحابہ، مجالس حکیم الامت، احکام القرآن، تفسیر معارف القرآن وغیرہ۔ تفسیر معارف القرآن علمی دنیا کے شاہکار ہیں۔ [7]

مولانا مفتی محمد شفیع نے ٦ اکتوبر ١٩٧٦ء کو کراچی میں وفات پائی۔ آپکی نماز جنازہ مولانا اشرف علی تھانوی کے خلیفہ ڈاکٹر عبدالحئ نے پڑھائی اور آپکو دارالعلوم کراچی کے احاطے میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ [8]

معارف القرآن کا تعارف:

صاحب تفسیر نے آغاز سے پہلے سرگزشت تحریر کی ہے جس میں اپنا تعارف اور کتاب کو لکھنے کا سبب بھی ذکر کیا ہے۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کی خدمت میں طالب علمی کے زمانے سے تھے۔ پھر انکی خواہش پر احکام القرآن کے موضوع سے عربی زبان میں ایک کتاب کو مرتب کرنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ جس میں عصر حاضر کے مسائل جو قرآن کریم سے ثابت ہوسکتے ہیں۔ انکو واضح کیا جائے۔ اسی تناظر میں ایک حصہ صاحب تفسیر کے ذمے لگا۔ اسی سے ان کا لگاؤ قرآن کریم سے ہو گیا۔ پھر آزادی کے بعد سات سال تک درس دیتے رہے۔ پھر ١٩٥٤ء سے شروع ہو کر ١٩٦٤ء تک ہفتہ وار درس قرآن "معارف القرآن" کے نام سے شروع ہوا۔ جو ریڈیو پاکستان سے سنا جاتا تھا۔ یہ درس پاکستان، افریقہ اور یورپ میں پسند کیا گیا اور ان علاقوں سے شوق و شغف کے پیغامات موصول ہوئے۔ مسلسل دس سال تک جاری رہا۔ پھر ریڈیو پاکستان کی نئی پالیسی کی وجہ سے "معارف القرآن" کا سلسلہ موقوف ہو گیا۔ تو بہت سے لوگوں نے اسکی کتابی شکل کا مطالبہ کیا۔ اس نشری سلسلہ میں صرف سورۃ ابراہیم تک کی آیات کی تفسیر ہو سکی تھی۔ جبکہ ساری آیات کی نہیں ہوئی تھی۔ ١٩٦٤ء کے بعد مفتی صاحب نے اس پر نظر ثانی و تکمیل کا کام شروع کیا جو نو برس کی طویل مدت میں پایہ تکمیل کو پہنچا، اور آپ کی زندگی میں ہی شائع ہوا۔ [9]

منہج و خصوصیات:

1. سورتوں کی تفسیر بیان کرتے ہوئے پہلے آپ نے اس سورت کے مختلف نام، سورت کے فضائل و خصوصیات اور ان کے زمانہ نزول اور مضامین کو بھی بیان کیا ہے۔ لیکن یہ سب آپ نے ہر سورت کے ابتداء میں نہیں کی۔

2. آپ آیت یا آیات کو لکھنے کے بعد ان کا خلاصہ تفسیر بھی بیان کرتے ہیں۔ اور پھر "حل لغات" کے عنوان سے الفاظ کی لغوی تفسیر بھی کی ہے۔

3. خلاصہ تفسیر کے بعد آپ نے معارف و مسائل کا عنوان قائم کیا ہے۔ دوران تفسیر سورت اور آیات کے مضامین کی مناسبت سے کئی چھوٹے بڑے عنوانات درج کئے گئے ہیں۔ جیسے سورت بقرہ کی چھٹی اور ساتویں آیت لکھ کر خلاصہ تفسیر بیان کیا اور اسکے بعد معارف و مسائل کے تحت درج ذیل عنوات قائم کئے۔ خلاصہ مضمون مع ربط، کفر کی تعریف، انذار کے معنی، گناہوں کی دینوی سزا سلب توفیق، نصیحت ناصح کیلئے ہر حال میں مفید ہے۔ ان تمام عنوانات کے تحت وہ عنوانات قائم کئے ہیں وہ آیات کے موضوع اور مضمون کی مناسبت سے ہیں۔

4. اس تفسیر میں منقولات اور سلف کے اقوال پر بہت زیادہ اعتماد کیا گیا اور اسکے ساتھ اس تفسیر میں فقہی مسائل کے بیان پر خاص توجہ دی ہے۔

5. معارف القرآن میں تفسیر قرآن کے دوران مباحث علوم القرآن کے بیان کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔ جیسے اسباب نزول، اعجاز قرآن اور ناسخ و منسوخ وغیرہ۔[10]

مفتی شفیعؒ صاحب کی تفسیر میں عوام جو مشکل اصلاحات اور دقیق مضامین سے واقفیت نہیں رکھتی اسکی رعایت رکھتے ہوئے اس انداز سے تفسیر لکھی گئی جو سب کے فہم میں آسانی سے آجائے۔ یہ تفسیر جامعات میں بھی پڑھی جاتی ہے اور عام انسان بھی اس سے بھرپور استفادہ بآسانی کر سکتا ہے۔

مولانا امین احسن اصلاحی کا تعارف

مولانا امین احسن اصلاحی ۱۹۰۴ء میں یوپی کے مردم خط اعظم گڑھ (بمھبور) میں پیدا ہوئے۔ آپ مدرسہ فراہی کے ایک جلیل القدر عالم دین، مفسر قرآن اور ممتاز ریسرچ سکالر تھے۔ امام حمید الدین فراہی کے آخری عمر کے تلمیذ خاص اور ان کی افکار و نظریات کے ارتقا کی پہلی کرن ثابت ہوئے۔[11]

ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ مدرسہ اصلاح سرائے میر گڑھ میں داخل ہوئے۔ اور یہیں سے فارغ التحصیل ہوئے۔ ۱۹۲۴ء میں برصغیر کے مشہور زمانہ اخبار "مدینہ" بجنور سے وابستہ ہوئے۔ اس کے بعد مدیر کی حثیت سے کام کرتے رہے۔ کچھ سال آپ حیدر آباد دکن میں قیام پذیر رہے۔ یہاں انگریزی اور جدید فلسفے کی تعلیم حاصل کی۔ آپ نے پانچ سال تک

بر صغیر، ہندو پاکستان کے ممتاز مفسر جن کی علمی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ جنکا اسم گرامی حمید الدین فراہی ہے۔ ان سے قرآنی علوم پر تربیت حاصل کی۔ امین احسن اصلاحی نے ایک علمی رسالہ "الاصلاح" کے نام سے شروع کیا۔ آپ ۱۹۴۱ء میں جماعت اسلامی کے اساسی ممبران میں شامل تھے۔ اور بہت جلد جماعت اسلامی کے مقتدر لوگوں میں شامل ہو گئے۔ مولانا مودودی کے بعد آپ ہی کا نام آتا ہے۔ مولانا کا جماعت اسلامی کے ساتھ اس وقت تک تعلق رہا جب تک جماعت اسلامی سیاست کے میدان میں نہیں آئی تھی۔ آپ ۱۹۵۸ء میں جماعت اسلامی سے الگ ہو گئے۔ آپ بیدار مغز اور معاملہ فہم انسان واقع ہوئے تھے۔ روایت پرستی، شخصیت پرستی اور تقلید جامد سے انھیں کوئی دلچسپی نہ تھی۔ مولانا نے ایک رسالہ "میثاق" کے نام سے جاری کیا۔ کچھ دنوں کے بعد یہ رسالہ ڈاکٹر اسرار احمد نکالنے لگے۔ امین احسن اصلاحی نے یکسو ہو کر اپنی توجہ "تفسیر تدبر قرآن" پر مرکوز کی۔ یہ تفسیر ۹ جلدوں پر مشتمل ہے۔ اسکے علاوہ بھی چند کتابیں لکھیں۔ جن میں "اسلامی ریاست" اسلامی قانون کی تدوین، پردہ اور قرآن، پاکستانی عورت دوراہے پر اور ایک اہم کتاب "حقیقت دین" ہے مولانا امین احسن اصلاحی کی عظمت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے۔ کہ مولانا جماعت اسلامی سے علیحدہ ہو گئے۔ اور ان کی اہلیہ محترمہ جماعت اسلامی کی فعال رکن کی حیثیت سے کام کرتی رہیں۔

۱۵ دسمبر ۱۹۹۷ء آپکی وفات لاہور میں ہوئی اور تدفین قبرستان ڈیفنس لاہور میں ہوئی۔[12]

تدبر قرآن کا تعارف:

مولانا امین احسن اصلاحی کی تصانیف میں سب سے نمایاں "تدبر قرآن" ہے جو تفسیر کے علم میں لکھی گئی چار بڑی اور بنیادی کتابوں میں سے ایک ہے۔ اس سے قبل تفسیر کے میدان میں تین اہل علم کی تفاسیر بنیادی حیثیت رکھتی تھیں، یعنی زمخشری، رازی اور طبری۔ "تدبر قرآن" نے بلاشبہ، انھیں ان ائمۂ تفسیر کی صف میں لا کھڑا کیا ہے۔

مفسر کتاب کہتے ہیں کہ یہ کتاب میری چالیس سالہ کوششوں کا ثمر ہے میں نے اپنی جوانی اور بڑھاپے کی ناتوانیوں کا دور اسی کی تحریر میں وقف کر دیا۔ مفسر کہتے ہیں کہ اس طویل مدت میں، میں نے زندگی کے بہت سے اتار چڑھاو کی وجہ سے میرا ذہنی اور قلبی تعلق اس کتاب سے کبھی منقطع نہیں ہوا۔ میں نے اس مدت میں جو بھی سوچا، پڑھا یا جو بھی لکھا بالواسطہ یا بلا واسطہ اسی کتاب کے متعلق لکھا ہے۔ میں نے اس کام کو کرتے ہوئے کبھی بھی تھکن یا افسردگی محسوس نہیں کی بلکہ ہمیشہ گہری لذت اور راحت محسوس کی ہے۔

تفسیر تدبر قرآن کی غرض وغایت مولانا اصلاحی صاحب "تدبر قرآن" کے مقدمے میں فرماتے ہیں: "اس کتاب کے لکھنے سے میرے پیش نظر قرآن کریم کی ایسی تفسیر لکھنا ہے۔ جس میں میری دلی آرزو اور پوری کوشش اس امر کے لئے ہے کہ میں ہر قسم کے ابیرونی لوث اور لگاؤ کے تعصب و تحزب سے آزاد اور پاک ہو کر ہر آیت کا وہ مطلب

سمجھوں اور سمجھاؤں جو فی الواقع اور فی الحقیقت اس آیت سے نکلتا ہے اس مقصد کے تقاضے سے قدرتی اہمیت دی ہے جو خود قرآن کے اندر موجود ہیں۔ مثلا قرآن کی زبان، قرآن کا نظم اور قرآن کا شواہد، دوسرے وسائل جو قرآن سے باہر کے ہیں مثلا حدیث، تاریخ اور تفسیر کی کتابیں۔

منہج و خصوصیات

1. مولانا صاحب نے تفسیر کے دوران ہر آیت کے تحت صرف اتنی ہی بحث کی ہے۔ جس سے اس کا اصل مقصد واضح ہو جائے۔ آیت سے متعلق ضمنی مباحث میں پڑنے سے احتراز کیا گیا ہے۔
2. تفسیر کے دوران دوسری کتب تفاسیر کے حوالے زیادہ نہیں ملیں گے۔ جنکی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اس تفسیر کا منہج و مروجہ تفاسیر کی طرح نہیں ہے۔ بلکہ براہ راست فہم و قرآن کے اصلی وسائل پر ہے۔[13]
3. اس تفسیر میں فنی، ادبی، فقہی، کلامی، فلسفی اصطلاحات (جنکا سمجھنا ایک خاص گروہ کیلئے مخصوص ہوتا ہے۔) سے پرہیز کیا گیا ہے۔ اور قرآن سے صرف ایسے نکات کا ذکر کیا گیا ہے۔ جنکا ترجمہ موجودہ زبانوں میں کرنا آسان ہو۔
4. تفسیر بہ رائے سے پرہیز کیا گیا ہے۔ لہذا صرف آیات یا اہل بیت رسول اللہ ﷺ کی روایات میں ذکر ہونے والے متن سے استفادہ کیا ہے۔
5. مصنف نے اس تفسیر میں قرآنی فکر و فلسفہ پیش کیا ہے۔ جو اس عہد کے چیلنج کا جواب ہے۔ خاص طور پر نظم قرآن اور ارتباط قرآن پر زیادہ زور دیا ہے۔ چونکہ بعض مستشرقین کا اشکال ہے۔ کہ قرآن کے اندر نظم نہیں ہے۔[14]

آیات سجدہ کا توضیحی مطالعہ

1. سورۃ الاعراف: آیت نمبر ۲۰۶:

اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ[15]

(بے شک جو تیرے رب کے نزدیک ہیں۔ وہ تکبر نہیں کرتے اس کی بندگی سے اور یاد کرتے ہیں اس کی پاک ذات کو اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں۔)

معارف القرآن کی روشنی میں:

جو (ملائکہ) تیرے رب کے نزدیک (مقرب) ہیں وہ اس کی عبادت سے (جس میں اصلی عقائد ہیں) تکبر نہیں کرتے اور اس کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ (جو کہ اطاعت لسانی ہے) اور اس کو سجدہ کرتے ہیں (جو کہ اعمال جوراح سے ہے)۔

اس آیت میں لوگوں کی عبرت و نصیحت کے لئے مقربان بارگاہ الٰہی کا ایک مخصوص حال بیان کیا گیا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ کے پاس ہونے سے مراد اللہ تعالیٰ کا مقبول ہونا ہے، جس میں سب فرشتے اور تمام انبیاء علیہم السلام اور صالحین امت شامل ہیں اور تکبر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے آپ کو بڑا آدمی سمجھ کر ان عبادات میں قصور نہیں کرتے بلکہ اپنے کو عاجز و محتاج سمجھ کر ہمیشہ اللہ کی یاد اور عبادت میں مشغول اور تسبیح کرتے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے رہتے ہیں،

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جن لوگوں کو دائمی عبادت اور یاد خدا کی توفیق ہوتی ہے تو یہ اس کی علامت ہے کہ وہ ہر وقت اللہ کے پاس ہیں اور اللہ تعالیٰ کی معیت ان کو حاصل ہے۔[16]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتوں کا ذکر ہوا ہے جو اللہ کے نزدیک ہیں اور ہر وقت اللہ کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں اور اس پر وہ تکبر نہیں کرتے بلکہ عاجزی اور انکساری کے ساتھ اپنے رب کی تسبیح کرتے ہیں اور اپنے رب کو سجدہ کرتے رہتے ہیں۔

تدبر قرآن کی روشنی میں:

جو لوگ تیرے رب کے پاس ہیں" سے اشارہ فرشتوں کی طرف ہے۔ ان کے بابت فرمایا کہ وہ خدا کی بندگی سے کسی وقت سرتابی نہیں کرتے، برابر تیری تسبیح میں لگے رہتے اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں۔ یہ آیت ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کی یاد میں برابر سرگرم رہنے والوں کے زمرہ کو بتاتی ہے کہ جو لوگ ہر وقت اللہ کو یاد رکھتے ہیں گو وہ رہتے بستے زمین میں ہیں لیکن ان کا تعلق فرشتوں کی بزم قدس سے ہو جاتا ہے اس لیے کہ جس طرح وہ ہر وقت زمزمہ سنج تسبیح و تہلیل رہتے ہیں، یہ بھی اسی طرح مصروف یاد الٰہی رہتے ہیں۔ دوسری طرف اس مشرکین پر تعریض بھی ہے کہ یہ تو فرشتوں کی سفارش کے بل پر اکڑتے پھرتے ہیں، نہ خدا کو خاطر میں لاتے ہیں نہ رسول کو، لیکن خود فرشتوں کا حال یہ ہے کہ وہ ہر وقت خدا کے آگے تسبیح و سجود میں لگے ہوئے ہیں[17]

اس آیت کی تفسیر میں بتایا گیا ہے کہ وہ جو اللہ کے پاس ہیں ان سے مراد فرشتے ہیں جو صبح، شام اللہ کی بندگی کرتے ہیں ہر وقت اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں۔ تو دوسری طرف وہ لوگ جو رہتے تو زمین پر ہیں مگر وہ بھی ہر وقت اللہ کی یاد میں مگن رہتے ہیں اللہ کی حمد و ثنا کرتے ہیں لیکن مشرکین کو اس بات پر بھی اعتراض ہے وہ فرشتوں کی وجہ سے اکڑتے ہیں کہ فرشتے ان کی سفارش کریں گے۔

2. سورۃ الرعد، آیت نمبر ۱۵:

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلَالُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ[18]

(اور اللہ کو سجدہ کرتا ہے جو کوئی ہی آسمان میں اور زمین میں خوشی سے اور زور سے اور ان کی پرچھائیاں صبح اور شام)

معارف القرآن کی روشنی میں:

اور اللہ ہی (ایسا قادر مطلق ہے کہ اسی) کے سامنے سب سر خم کئے ہوئے ہیں جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں۔ (بعضے) خوشی سے اور (بعضے) مجبوری سے (خوشی سے کہ بااختیار خود عبادت کرتے ہیں، اور مجبوری کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس مخلوق میں جو تصرف کرنا چاہتے ہیں وہ اس کی مخالفت نہیں کر سکتا) اور ان (زمین والوں) کے سائے بھی (سر خم کئے ہیں) صبح اور شام کے وقتوں میں (یعنی سایہ کو جتنا چاہیں بڑھائیں جتنا چاہیں گھٹائیں اور صبح وشام کے وقت چونکہ دراز ہونے اور گھٹنے کا زیادہ ظہور ہوتا ہے اس لئے تخصیص کی گئی ورنہ سایہ بھی بایں معنی ہر طرح مطیع ہے)۔[19]

سورۃ الرعد کی اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی قادر و مطلق ہیں، کیونکہ زمین و آسمان میں جو کچھ بھی ہے وہ سب اللہ ہی کے آگے سر جھکائے ہوئے ہیں، سب مخلوقات خوشی سے یا مجبوری سے اللہ کو ہی سجدہ کرتی ہے۔ حتیٰ کہ مخلوقات کے سائے بھی اللہ کے آگے ہی سر خم کرتے ہیں۔

تدبر قرآن کی روشنی میں:

یہ اوپر والے مضمون کی مزید تاکید ہر چیز کی تکوینی شہادت سے فرمائی ہے۔ مطلب یہ کہ ہر چیز اپنے اصل وجود میں خدا ہی کی مطیع و منقاد ہے۔ جن کو کچھ اختیار ملا ہوا ہے اگر وہ اپنے اس اختیار سے فائدہ اٹھا کر اکڑتے بھی ہیں تو وہ بھی اپنے تکوینی وجود میں خدا ہی کے آگے جھکنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ یہ شہادت ہے اس بات کی کہ ہمارا وجود اپنی فطرت سے خدا ہی کا مطیع ہے۔ اگر ہم خدا سے اکڑتے ہیں تو یہ حالت درحقیقت ہماری اپنی اصل جبلت سے بغاوت ہے۔ اس حقیقت کو اس مثال سے واضح فرمایا ہے کہ دیکھ لو، ہر چیز کا سایہ صبح و شام خدا کے آگے بچھا رہتا ہے اور رات بھر وہ اپنے اس تکوینی سجدہ سے سر نہیں اٹھاتا۔ صبح کو وہ آہستہ آہستہ سر اٹھاتا ہے اور پھر سورج کے زوال کے ساتھ اس پر رکوع و سجود کی وہی حالت طاری ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ یہ دلائل کی ایک خاص قسم ہے جس کو ہم اشارات سے تعبیر کرتے ہیں۔ اگرچہ منطق کی میزان ان دلائل کی صحیح قدر و قیمت کا اندازہ لگانے سے قاصر ہے لیکن انسانی فطرت کی میزان میں ان دلائل کا بڑا وزن ہے۔[20]

اس آیت کی تفسیر مولانا صاحب نے کچھ اس طرح بیان کی ہے کہ ہر چیز اصل میں اللہ ہی کی مطیع ہے مگر اللہ نے انسان کو کچھ اختیارات دیے ہیں اور وہ ان اختیارات کا غلط فائدہ اٹھاتے ہوئے اللہ ہی کے سامنے اکڑتے ہیں تو یہ درحقیقت اپنی اصل حالت سے ہٹ کر کام کرتے ہیں تو اللہ نے اس کی مثال ان کے سایوں سے دی ہے جو کہ اللہ ہی کے

آگے سجدہ کرتے ہیں صبح سے شام تک اور ساری رات اللہ کے سامنے جھکے رہتے ہیں اور پھر دن کے نکلتے ہی اللہ کے آگے رکوع اور سجود کی حالت میں آجاتے ہیں۔

3. سورۃ النحل، آیت نمبر ۴۷۔۵۰:

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَىْءٍ يَّتَفَيَّاُ ظِلَالُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دَاخِرُوْنَ۔ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِى السَّمَاوَاتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلَآئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ۔ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ[21]

(کیا نہیں دیکھتے وہ جو اللہ نے پیدا کی ہے کوئی چیز کہ ڈھلتے ہیں سائے اس کے داہنی طرف سے اور بائیں طرف سے سجدہ کرتے ہوئے اللہ کو اور وہ عاجزی میں ہیں، اور اللہ کو سجدہ کرتا ہی جو آسمان میں ہے اور جو زمین میں ہے جانداروں سے اور فرشتے اور وہ تکبر نہیں کرتے، ڈر رکھتے ہیں اپنے رب کا اپنے اوپر سے اور کرتے ہیں جو حکم پاتے ہیں)۔

معارف القرآن کی روشنی میں:

کیا (ان) لوگوں نے اللہ کی ان پیدا کی ہوئی چیزوں کو نہیں دیکھا (اور دیکھ کر توحید پر استدلال نہیں کیا) جن کے سائے کبھی ایک طرف کو کبھی دوسری طرف کو اس طور پر جھکتے جاتے ہیں کہ (بالکل) خدا کے (حکم کے) تابع ہیں (یعنی سائے کے اسباب کہ آفتاب کا نورانی (سایہ دار) چیزیں بھی (اللہ کے روبرو) عاجز (اور تابع حکم) ہیں، اور (جس طرح یہ اشیاء مزکورہ، جن میں حرکت ارادیہ نہیں جیسا کہ یتفیئو ا کی اسناد ظلال کی طرف اس کا قرینہ ہے، کیونکہ متحرک بالارادہ میں سایہ کی حرکت خود اس متحرک بالارادہ کی حرکت سے ہوتی ہے، حکم خدا کے تابع ہیں اسی طرح) اللہ کے مطیع (حکم ہیں) جتنی چیزیں (بالارادہ) چلنے والی آسمانوں میں (جیسے فرشتے) اور زمین میں (جیسے حیوانات) موجود ہیں اور (بالخصوص) فرشتے (بھی) اور وہ (فرشتے باوجود علو مکان ورفعت شان کے اطاعت خداوندی سے) تکبر نہیں کرتے (اور اسی لئے بالخصوص ان کا ذکر کیا گیا باوجود یہ کہ مافی السموت میں داخل تھے) وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں جو کہ ان پر بالادست ہے، اور ان کو جو کچھ (خدا کی طرف سے) حکم کیا جاتا ہے وہ اس کو کرتے ہیں۔[22]

اس آیت میں اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں توحید پر استدلال کرتی ہیں۔ جو کہ (ان) لوگوں نے نہیں دیکھا۔ اور ان چیزوں کے سائے کبھی ایک طرف سے اور کبھی دوسری طرف سے اللہ کو سجدہ کر رہے ہیں اور یہ سایہ دار چیزیں اللہ کے حکم کے تابع ہیں۔ جتنی بھی چیزیں زمین و آسمان میں موجود ہیں یعنی فرشتے اور حیوانات، یہ سب اللہ کے حکم کے تابع ہیں اور خصوصا فرشتے اللہ کی اطاعت کرنے سے تکبر نہیں کرتے اور اللہ کے سامنے عاجزی کا اظہار کرتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کو بجالاتے ہیں۔

تدبر قرآن کی روشنی میں:

یعنی آسمانوں اور زمین میں جتنے بھی جاندار ہیں سب خدا ہی کو سجدہ کرتے ہیں اس لئے کہ سب کی جبلت خدا پرستی ہی ہے فرشتے بھی خدا ہی کو سجدہ کرتے ہیں۔ نادان لوگ ان کو جو چاہیں بنا کے رکھ دیں لیکن وہ خود خدا کے فرمانبردار بندے ہیں وہ اس سے اکڑتے نہیں بلکہ بے چون وچرا اس کے ہر حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔

یعنی بااین ہمہ قرب واتصال خدا کی بارگاہ عالی سے ان کا مقام بہت نیچے ہے۔ وہ اپنے اوپر خدا سے برابر ڈرتے رہتے ہیں۔ ناز اور تدلل کے فتنہ میں کبھی مبتلا نہیں ہوتے، جو کچھ حکم ملتا ہے فوراً اس کی تعمیل کرتے ہیں۔[23]

اس آیت کی تفسیر میں توحید کی تکوینی دلیل بیان کی گئی ہے کہ ہر چیز کا سایہ دائیں اور بائیں اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں چاہے وہ شخص خود کسی بھی سمت سجدہ کرے لیکن اس کا سایہ فطری طور پر اللہ ہی کے آگے جھکتا ہے۔ اگر انسان اللہ کے سامنے اکڑتا ہے اور اللہ کی عبادت نہیں کرتا تو وہ اپنی اصل سے ہٹ کر یہ عمل کرتا ہے۔ اور اس کائنات میں موجود ہر چیز اللہ ہی کی عبادت کے لئے ہے اور اللہ کے نیک بندوں کو جو حکم دیا جاتا ہے وہ اس کو پورا کرتے ہیں اور وہ اللہ سے ڈرتے ہیں اور اللہ ہی کی بندگی کرتے ہیں۔

4. سورۃ بنی اسرائیل، آیت نمبر ۱۰۷۔۱۰۹:

قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْلَا تُؤْمِنُوْا ۭاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا۔ وَيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا۔ وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا[24]

(کہہ تم اس کو مانو یا نہ مانو جن کو علم ملا ہے اس کے پہلے سے جب ان کے پاس اس کو پڑھئے گرتے ہیں ٹھوڑیوں پر سجدہ میں، اور کہتے ہیں پاک ہے ہمارا رب بے شک ہمارے رب کا وعدہ ہو کر رہے گا، اور گرتے ہیں ٹھوڑیوں پر روتے ہوئے اور زیادہ ہوتی ہے ان کو عاجزی)۔

معارف القرآن کی روشنی میں:

تم اس قرآن پر خواہ ایمان لاو یا نہ لاو (مجھ کو کوئی پرواہ نہیں دووجہ سے اول تو یہ کہ میرا کیا ضرر کیا۔ دوسرے یہ کہ تم ایمان نہ لائے تو کیا ہوا دوسرے لوگ ایمان لے آئے چنانچہ) جن لوگوں کو قرآن (کے نزول) سے پہلے (دین کا) علم دیا گیا تھا (یعنی منصف علماء، اہل کتاب) یہ قرآن جب ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارا رب (وعدہ خلافی سے) پاک ہے بیشک ہمارے رب کا وعدہ ضرور پورا ہی ہوتا ہے (سو جس کتاب کا جس نبی پر نازل کرنے کا وعدہ کتب سابقہ میں کیا تھا اسکو پورا فرمادیا) اور ٹھوڑیوں کے بل (جو) گرتے ہیں (تو)

روتے ہوئے (گرتے ہیں) اور یہ قرآن (یعنی اسکا سننا) ان کا (دلی) خشوع اور بڑھا دیتا ہے (کیونکہ) ظاہر و باطن کا توافق کیفیت کو قوی کر دیتا ہے)[25]

ان آیات میں کہا گیا ہے کہ جو علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے (یعنی قرآن پاک) تم اس پر ایمان لاو یا نہ لاو اس کی مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ اس میں میرا کوئی نقصان نہیں ہے جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کے سامنے اگر قرآن پاک پڑھا جاتا ہے تو وہ اللہ کے سامنے سجدہ میں گر جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا رب وعدہ خلافی سے پاک ہے جو بھی وعدہ اپنے بندوں سے کرتا ہے اسے ضرور پورا کرتا ہے اور قرآن پاک کا سننا ان کے ایمان کو اور بڑھا دیتا ہے اور ان کے دلی کیفیت کو قوی کر دیتا ہے۔ ان کے ایمان کو مضبوط کرتا ہے۔ اسلے جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان کی (اللہ) کو کوئی پروانہیں اس میں انہی کا نقصان ہے۔ اور آخری آیت میں بتایا گیا ہے کہ جو اللہ کے خوف سے روتا ہے تو اللہ اسے جہنم میں کبھی نہیں جانے دینگے۔

<u>تدبر قرآن کی روشنی میں:</u>

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ سے یہاں مراد قرینہ دلیل ہے کہ اچھے اہل کتاب ہیں۔ اہل کتاب میں جس طرح اشرار و مفسدین تھے۔ جو اپنا ایڑی چوٹی کا زور قرآن کی مخالفت میں صرف کر رہے تھے اسی طرح ایک گروہ ایسے صالحین کا بھی تھا جو اپنے نبیوں اور صحیفوں کی پیشین گوئیوں کی روشنی میں ایک رسول اور ایک کتاب موعود کا منتظر تھا۔ اس گروہ نے حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے لائے ہوئے صحیفہ کے اندر ان پیشین گوئیوں کی جھلک دیکھی جن کے ظہور کے لئے وہ چشم براہ تھا۔ چنانچہ ان کا حال یہ تھا کہ ان کو جب قرآن سنایا جاتا تو یہ بے تحاشہ سجدے میں گر پڑتے اور اللہ تعالیٰ کے اس وعدے کے پورے ہونے پر دل و جان سے اس کا شکر بجالاتے۔ یہ اسی مبارک گروہ کی طرف اشارہ ہے۔ پیغمبر ﷺ کو یہ ہدایت ہوئی ہے کہ تم قریش اور بنی اسرائیل کے مکذبین کو سنا دو کہ تم ایمان لاؤ یا نہ لاؤ میرے اطمینان کے لیے یہ کافی ہے کہ اہل علم کا ایک ایسا گروہ بھی موجود ہے جو اس قرآن کو سن کر بے تحاشہ سجدے میں گر پڑتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس ایفائے وعدہ کو دیکھ کر اس پر گریہ مسرت و شکر اور گریہ خشوع کی دو گونہ کیفت و حالت طاری ہو جاتی ہے۔ گریہ شکر و مسرت کا پہلو تو اس میں ظاہری ہے، زیادت خشوع کا اس میں یہ پہلو ہے کہ اس سے آخرت کے وعدے کی از سر نو یاد دہانی ہوئی ہے کہ جس رب نے اپنا یہ وعدہ پورا کیا لازماً وہ اپنا آخرت کا وعدہ بھی پورا کر کے رہے گا۔[26]

اس آیت کی تفسیر میں اہل کتاب کا ذکر کیا گیا ہے کہ کچھ اہل کتاب ایسے تھے جو کسی بھی طرح سے (نعوذ باللہ) قرآن اور آخری نبی کو غلط ثابت کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ لیکن ایک ایسا گروہ بھی تھا جو نیک و کار تھا وہ جب بھی نبی

پاک ﷺ کے صحیفہ سے آیتیں پڑھتے تو سجدے میں گر پڑتے اور اس کے وعدے کے پورے ہونے پر اللہ کا شکر ادا کرتے تو پیغمبر ﷺ کو ہدایت ہوئی کہ وہ قریش اور بنی اسرائیل کو بتادیں کہ ان کے ایمان لانے یا نہ لانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ ہمارے پاس ایک ایسا گروہ ہے جو اللہ کی آیات سن کر سجدے میں سر جھکا لیتے ہیں اور جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر وعدہ پورا کرنے والے ہیں۔

5. سورۃ مریم، آیت نمبر ۵۸:

أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرَآءِيْلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا[27]

(یہ وہ لوگ ہیں جن پر انعام کیا، اللہ نے پیغمبروں میں آدم کی اولاد میں اور ان میں جن کو سوار کر لیا ہم نے نوح کے ساتھ اور ابراہیم کی اولاد میں اور اسرائیل کی اور ان میں سے جن کو ہم نے ہدایت کی اور پسند کیا جب ان کو سنائے آیتیں رحمٰن کی گرتے ہیں سجدہ میں اور روتے ہوئے)۔

معارف القرآن کی روشنی میں:

اس سے مراد صرف حضرت ادریسؑ ہیں وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ اس سے مراد صرف حضرت ابراہیمؑ ہیں۔ وَمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرَآءِيْلَ اس سے مراد اسمٰعیل واسحٰق ویعقوبؑ ہیں۔ واسرائیل ،اس سے مراد حضرت موسیٰؑ وہارونؑ وحضرت زکریا و یحییٰ علیہ السلام ہیں۔

اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ،سابقہ آیات میں چند اکابر انبیاء علیہ السلام کو ذکر خاص طور پر کیا گیا ہے جس میں ان کی عظمت شان کو بیان کیا گیا ہے، چونکہ انبیاء کی عظمت میں عوام سے غُلو کرنے کا خطرہ تھا جیسے یہود نے حضرت عُزیر کو اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا ہی بنا دیا اسلئے اس مجموعہ کے بعد ان سب کا اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ گزار اور خوف و خشیت سے بھرپور ہونا اس آیت میں ذکر فرما دیا گیا تا کہ افراد و تفریط کے درمیان رہیں۔(بیان القرآن)

تلاوت قرآن کے وقت بکاؔ یعنی آبدیدہ ہونا سنت انبیاء ہے:

اس سے معلوم ہوا کہ آیات قرآن کی تلاوت کے وقت بکاؔ (رونے کی) کیفت پیدا ہونا محمود اور انبیاؑ علیہم السلام کا وصف ہے، رسول اللہ ﷺ سے اور صحابہ و تابعین اور اولیاء اللہ سے بکثرت اسکے واقعات منقول ہیں۔[28]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص انبیاء کا ذکر کیا ہے ان کی شان کو بڑھایا گیا ہے کیونکہ لوگ انبیاء کی عظمت میں حد سے آگے بڑھ جاتے ہیں اور انھیں اپنا خدا ماننے لگتے ہیں اس لئے اللہ پاک ان کی عظمت کو برقرار رکھتے ہوئے

سجدے کا حکم دیا تا کہ خشیت الٰہی سے سجدہ کریں تا کہ لوگوں کو معلوم ہو سکے کہ سجدہ صرف اللہ ہی کی پاک ذات کے لئے ہے۔

تدبر قرآن کی روشنی میں:

اب یہ ان تمام مذکورہ انبیاء کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ آدمؑ کی ذریت، نوحؑ کی ذریت، ابراہیم واسرائیلؑ کی ذریت کے گل سرسبد یہی انبیائے اولوا العزم ہیں۔ ان پر اللہ کا خاص انعام ہوا اور یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کو اللہ نے اپنے دین کی ہدایت بخشی اور جن کو نبوت ورسالت کے منصب کے لیے انتخاب فرمایا۔ ان تمام کا مشترک وصف یہ تھا کہ جب خدا کی آیتیں ان کو سنائی جاتیں تو روتے ہوئے سجدے میں گر پڑتے۔ پھر فرمایا کہ ان کے بعد ان کی ذریت میں سے ایسے ناخلف اٹھے جنھوں نے نماز ضائع کر دی اور خواہشوں کے پیچھے لگ گئے تو یہ عنقریب اپنی اس گمراہی کے انجام سے دوچار ہوں گے۔[29]

اس آیت کی تفسیر میں ہے کہ انبیاءؑ پر اللہ نے اپنا فضل فرمایا اور ان سب کو ہدایت بخشی۔ مگر ان کی اولاد میں سے کچھ ایسے لوگ بھی موجود تھے جنہوں نے اپنی نمازیں ضائع کیں اور اپنی خواہشات کے پیچھے لگ گئے اور اپنی مرضیاں کرنے لگے جب ان کے سامنے قرآن کی آیات پڑھی جاتی تو وہ ہنستے اور مذاق اڑاتے جبکہ ان کے برعکس انبیاءؑ کے سامنے جب بھی قرآن پاک کی تلاوت کی جاتی تو ان کی آنکھوں میں آنسو آجاتے اور وہ سجدے میں گر جاتے۔

6. سورۃ الحج، آیت نمبر ۱۸:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ۭ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ۭ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاۗءُ[30]

(تونے نہیں دیکھا کہ اللہ کو سجدہ کرتا ہے جو کوئی آسمان میں ہے اور جو کوئی زمین میں ہے اور سورج اور چاند اور تارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت آدمی اور بہت ہیں کہ ان پر ٹھہر چکا عذاب اور جن کو اللہ ذلیل کرئے گا اسے کوئی نہیں عزت دینے والا اللہ کرتا ہے جو چاہے)۔

معارف القرآن کی روشنی میں:

تمام کائنات و مخلوقات کا اپنے خالق کے زیر حکم اور تابع مشیت ہونا ایک تو تکوینی اور تقدیری طور پر غیر اختیاری ہے، جس سے کوئی بھی مخلوق مومن یا کافر، زندہ یا مردہ، جمادات یا نباتات مستثنیٰ نہیں اس حیثیت میں سب کے سب یکساں طور پر حق تعالیٰ کے زیر حکم و مشیت ہیں۔ جہاں کا کوئی ذرہ یا پہاڑ اس کے اذن و مشیت ہیں۔ جہان کا کوئی ذرہ یا

پہاڑ اس کے اذن و مشیت کے بغیر کوئی ادنی حرکت نہیں کر سکتا۔ دوسری اطاعت و فرمانبر داری اختیاری ہے کہ کوئی مخلوق اپنے قصد و اختیار سے اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کرئے اس میں مومن و کافر ہو تا ہے کہ مومن اطاعت شعار فرمانبر دار ہو تا ہے کافر اس سے منحرف اور منکر ہو تا ہے۔ [31]

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ کائنات کی ہر شے اللہ تعالیٰ کے مطیع ہے۔ جو بھی کچھ آسمان اور زمین میں ہے ہر وہ چیز جو ذی روح ہے نباتات و جمادات، پہاڑ و درخت اور چوپائے سب کے سب اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں اور بہت سے ایسے بھی ہیں جو نافرمانی کرتے ہیں اور ان پر اللہ کا عذاب نازل ہو کر رہے گا اللہ پاک جس کو چاہے عزت دیں اور جس کو چاہے رسوا کریں۔

تدبر قرآن کی روشنی میں:

یہ توحید کی وہ دلیل بیان ہوئی ہے جس کی شہادت اس کائنات کی ہر چیز اپنے وجود سے دے رہی ہے۔ اس کائنات کی ہر چیز اپنی تکوینی حیثیت میں ابراہیمی مزاج رکھتی ہے۔ سورج، چاند، ستارے، پہاڑ اور چوپائے سب خدا کے امر و حکم کے تحت مسخر ہیں۔ ان میں سے کوئی چیز بھی سر مو خدا کے مقرر کئے ہوئے قوانین سے انحراف نہیں اختیار کرتی۔ سورج جس کو نادانوں نے معبود بنا کر سب سے زیادہ پوجا ہے، خود اپنے وجود سے گواہی دے رہا ہے کہ وہ شب و روز اپنے رب کے آگے قیام، رکوع اور سجدے میں ہے۔ طلوع کے وقت وہ سجدے سے سر اٹھاتا ہے، دوپہر تک وہ قیام میں رہتا ہے، زوال کے بعد وہ رکوع میں جھک جاتا ہے اور غروب کے وقت وہ سجدے میں گر جاتا ہے اور رات بھر وہ اسی سجدے کی حالت میں رہتا ہے۔ اسی حقیقت کا مظاہرہ چاند اور ستارے اپنے طلوع و غروب سے کرتے ہیں۔ پہاڑوں، درختوں اور چوپایوں کا بھی یہی حال ہے۔ ان میں سے ہر چیز کا سایہ ہر وقت قیام، رکوع اور سجدے میں رہتا ہے۔ یعنی یہی حال ان بہت سے اللہ کے بندوں کا بھی ہے جن کی فطرت سلیم ہے۔ جس طرح کائنات کی تمام بے ارادہ اشیاء اللہ ہی کے امر کے تابع اور اسی کے آگے سربسجود ہیں اسی طرح اللہ کے بہت سے بندے ایسے ہیں جنھوں نے اپنے اختیار وارادے کو اللہ ہی کے امر و حکم کے تابع کر دیا ہے وہ اپنے کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرتے۔ لیکن بہتوں نے اپنے اس اختیار و ارادہ کو غلط استعمال کیا ہے اور اس سب سے بڑے شرف کو، جو اللہ نے ان کو بخشا، اپنی شامت اعمال سے انھوں نے اپنے لئے سب سے بڑی گمراہی اور سب سے بڑی ذلت کا سبب بنالیا۔ انسان کی رذالت و سفاہت کا حال یہ ہے کہ وہ اشرف المخلوقات اور خلیفۃ اللہ فی الارض ہوتے ہوئے اپنے سے فروتر مخلوقات کو معبود مان کر ان کے آگے ڈنڈوت کرتا ہے۔ فرمایا ہے یہی لوگ ہیں جن پر اللہ کا عذاب واجب ہو چکا ہے۔ اسلئے کہ انھوں کن اپنے کو بھی ذلیل کیا اور اپنے رب کی بھی تحقیر کی۔ [32]

اس آیت میں توحید کی دلیل دی گئی ہے کہ سورج، چاند، ستارے اور پہاڑ و درخت سب اللہ کے بنائے ہوئے ہیں تو اللہ کو چھوڑ کر ان کو معبود نہ بناؤ یہ تو خود اللہ کے تابع ہیں۔ جو اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں اللہ ان کو جیسے چاہے رسوا کر دیتے ہیں۔ کیونکہ عزت وذلت کا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

7. سورۃ الفرقان، آیت نمبر ۶۰:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا[33]

(اور جب کہئے ان سے سجدہ کرو رحمٰن کو کہتے ہیں کیا ہے کیا سجدہ کرنے لگیں ہم جس کو تو فرمائے اور بڑھ جاتا ہے ان کا بدکنا)۔

معارف القرآن کی روشنی میں:

اور جب ان کافروں سے کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو تو (بوجہ جہل و عناد کے) کہتے ہیں کہ رحمان کیا چیز ہے (جس کے سامنے ہم کو سجدہ کرنے کو کہتے ہو) کیا ہم اس کو سجدہ کرنے لگیں گے جس کو تم سجدہ کرنے کے لئے ہم کو کہو گے اور اس سے ان کو اور زیادہ نفرت ہوتی ہے۔ (لفظ رحمٰن ان میں کم مشہور تھا مگر یہ نہیں کہ جانتے نہ ہوں مگر اسلامی تعلیم سے جو مخالفت بڑھی ہوئی تھی تو محاورات اور بول چال میں بھی مخالفت کو نباہتے تھے۔ قرآن میں جو یہ لفظ بکثرت آیا وہ اس کی بھی مخالفت کر بیٹھے)۔[34]

اس آیت میں کفار کا ذکر کیا گیا ہے کہ ان کو جب سجدہ کرنے کا حکم دیا جاتا تو وہ انکار کر دیتے اور کہتے کہ کیا ہم رحمٰن کو سجدہ کریں وہ کون ہے؟

تم جس کو سجدہ کرنے کو کہو گے تو کیا ہم اسی کو سجدہ کر دیں گے اور اس بات پر وہ اور زیادہ شور کرتے۔ حالانکہ رحمٰن نام سے وہ واقف تھے یہ ان میں کم مقبول تھا۔ مگر وہ اس لفظ کی بھی مخالفت کر بیٹھے۔

تدبر قرآن کی روشنی میں:

یعنی اس کائنات کے خالق کی سب سے بڑی صفت تو رحمان ہے لیکن ان نادانوں کا حال یہ ہے کہ جب ان کو خدائے رحمان کو سجدہ اور اس کی عبادت کی دعوت دی جاتی ہے تو بڑی رعونت کے ساتھ جواب دیتے ہیں کہ یہ رحمان کیا چیز ہے کیا ہم اس چیز کو سجدہ کریں جس کا تم ہمیں حکم دیتے ہو؟ یعنی بجائے اس کے کہ مطلوب حقیقی کی طرف رہنمائی سے وہ خوش ہوں اور صدق دل سے اس کی قدر کریں یہ چیز ان کی نفرت اور بیزاری کو بڑھاتی ہے۔ اہل عرب اگرچہ خدا کے لئے اسم رحمان سے ناواقف نہیں تھے، ان کے لٹریچر میں اللہ اور رحمان دونوں نام ملتے ہیں۔ لیکن اسم رحمان زیادہ معروف اہل کتاب کے ہاں تھا۔ مشرکین عرب زیادہ تر اسم اللہ ہی بولتے تھے۔[35]

اس آیت کی تفسیر میں یہ بیان ہوا ہے کہ جب کفاروں کو کہا جاتا کہ رحمان کو سجدہ کرو تو وہ اسی قوت انکار کر دیتے اور کہتے کہ رحمان کون ہے جس کو ہم سجدہ کریں یہ بات ہماری نفرت کو اور بڑھا رہی ہے۔

8. سورۃ النمل، آیت نمبر ۲۵۔۲۷:

اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِىْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِى السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ[36]

(کیوں نہ سجدہ کریں اللہ کو جو نکالتا ہے چھپی ہوئی چیز آسمانوں میں اور زمین میں اور جانتا ہے جو چھپاتے ہو اور ظاہر کرتے ہو اللہ ہے کسی کی بندگی نہیں اسکے سوائے پروردگار تخت بڑے کا)

معارف القرآن کی روشنی میں:

اَلَّا يَسْجُدُوْا کا تعلق **زين لهم الشيطن يا صدهم عن السبيل** سے ہی یعنی شیطان نے ان کے ذہنوں میں یہی بٹھلا دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ نہ کریں یا کہ ان کو حق کے راستہ سے اسطرح روک دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ نہ کریں۔ شیطان نے ان کے (ان) اعمال (کفر) کو ان کی نظر مرغوب کر رکھا ہے (اور ان اعمال کو بدمزین کرنے کے سبب) انکو راہ (حق) سے روک رکھا ہے اسلئے وہ راہ (حق) پر نہیں چلتے کہ اس خدا کو سجدہ نہیں کرتے جو (ایسا قدرت والا ہے کہ) آسمان اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کو (جن میں سے بارش اور زمین کی نباتات بھی ہیں) باہر لاتا ہے اور (ایسا جاننے والا ہے کہ) تم لوگ (یعنی تمام مخلوق) جو کچھ (دل میں) پوشیدہ رکھتے ہو اور جو کچھ (زبان اور جسم کے اعضاء سے) ظاہر کرتے ہو وہ سب جانتا ہے (اسلئے) اللہ ہی ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔[37]

سورۃ نمل کی ان آیات میں بتایا ہے کہ شیطان ان کو سجدے سے منع کرتا ہے اور ان کے کفریہ اعمال کو ان کے سامنے بہت اچھے انداز میں پیش کرتا ہے کہ وہ ان سے لطف اٹھائے جسکی وجہ سے وہ راہ حق سے رکے ہوئے ہیں۔ اور اللہ پاک کے پاس ایسی قدرت ہے کہ وہ ہر چھپی ہوئی چیز کو جانتے ہیں چاہے وہ زمین میں ہے یا آسمان میں یا کسی کے دل کی بات ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہیں وہ سب جانتے ہیں تو ہم اللہ کو سجدہ کیوں نہ کریں جسکی قدرت ہر شے پر ہے وہ سب سے بڑے عرش کا مالک ہے۔

تدبر قرآن کی روشنی میں:

میرے نزدیک یہ دو آیتیں ہدہد کے قول کا جز نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہدہد کی بات کے ساتھ **فصدهم عن السبيل** کے ساتھ اس بات کو ملا کر کلام کو بالکل مطابق حال کر دیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ شیطان نے ان کو اس خدا

کی بندگی سے روک دیا جو آسمان و زمین کی تمام مخفیات کو بے نقاب کرتا ہے اور جو تمھارے سر و علانیہ سے اچھی طرح واقف ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ عرش عظیم کا مالک وہی ہے۔یعنی زمین و آسمان کی پوشیدہ چیزوں کو بے نقاب تو اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے لیکن نادان لوگ پوجا غیر اللہ کی کرتے ہیں آسمان کی پوشیدہ چیزوں سے یہاں اشارہ سواج ، چاند ، زہرہ ، مشتری اور بارش وغیرہ کی طرف خاص طور سے ہے جن میں سورج کی پوجا سب سے بڑے دیوتا کی حثییت سے اہل سبا کرتے ہیں۔ زمین کی پوشیدہ چیزوں سے اشارہ ان چیزوں کی طرف ہے جو اس سے اگتی یا بر آمد ہوتی ہیں۔ مثلا درخت ، نباتات ، دریا اور چشمے وغیرہ۔ فرمایا کہ ان تمام چیزون کا خالق و مالک تو اللہ وحدہٗ لاشریک ہے اور وہ تمھارے تمام پوشیدہ و علانیہ سے واقف بھی ہے تو دوسری چیزوں کی بندگی کرنے کے کیا معنی۔یعنی اصل عرش عظیم کا، جو تمام آسمانوں اور زمین پر حاوی ہے مالک وہی ہے تو اسی کی بندگی کرو۔ اس کے عرش کے آگے کسی کے عرش کی بھی، خواہ وہ کتنا ہی بڑا ہو، کوئی وقعت و حیثیت نہیں ہے۔[38]

مولانا امین صاحب نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے یہ فرمایا اس اس آیت میں ہدہد مخاطب نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ مخاطب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی ہیں جو زمین و آسمان کی چھپی ہوئی چیزوں کے بارے میں آگاہی رکھتے ہیں اللہ ہمارے دل میں چھپی ہوئی ہر چیز سے واقف ہیں تو ہم کیوں نہ اللہ کی ہی بندگی کریں اور اسی کے آگے سجدہ ریز ہوں۔

9. سورۃ السجدہ، آیت نمبر ۱۵:

اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ[39]

(ہماری باتوں کو وہی مانتے ہیں کہ جب ان کو سمجھایئے ان سے گر پڑیں سجدہ کر کر، اور پاک ذات کو یاد کریں اپنی رب کی خوبیوں کے ساتھ اور وہ بڑائی نہیں کرتے)۔

معارف القرآن کی روشنی میں:

اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا)سے مومنین مخلصین کی خاص صفات اور ان کے لئے درجات عظیمہ کا ذکر ہے، ان مومنین کی ایک صفت آیت مذکورہ ہیں یہ بتلائی گئی ہے کہ ان کے پہلو اپنے بستروں سے الگ ہو جاتے ہیں، اور بستروں سے اٹھ کر اللہ کے ذکر اور دعا میں مشغول ہو جاتے ہیں، کیونکہ یہ لوگ اللہ کی ناراضگی اور عذاب سے ڈرتے ہیں، اور اس کی رحمت اور ثواب کے امیدوار رہتے ہیں، یہی امید و بیم کی ملی جلی حالت ان کو ذکر و دعا کے لئے مضطرب رکھتی ہے۔[40]

اس آیت میں مومنین کی صفات میں سے ایک صفت کا ذکر کیا ہے ، جو رات کو سوتے میں اپنے بستروں سے اٹھ کر اللہ کی عبادت میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ نوافل، تہجد یا ذکر و اذکار میں مصروف ہو جاتے ہیں کیونکہ یہ اللہ کے ناراض ہونے اور عذاب الہیٰ سے ڈرتے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ سے ثواب کی امید رکھتے ہیں اور اپنے رب کی خوبیوں کو یاد رکھتے ہیں۔

تدبر قرآن کی روشنی میں:

یہ آیت نبی ﷺ کی تسلی کے سیاق میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اپنی دنیوی برتری کے زعم میں اپنے کو حق سے بھی بڑا سمجھنے لگے ہیں ان سے کسی خیر کی امید نہ رکھو۔ ہماری ان آیات پر صرف وہی لوگ ایمان لائیں گے جن کے دلوں کے اندر خشیت و انابت ہیں۔ ان کو جب ان کے ذریعے سے خدا اور آخرت کی یاد دہانی کی جاتی ہے تو وہ جھگڑنے کی بجائے بے تحاشہ سجدوں میں گر جاتے ہیں اور اپنے رب کی تسبیح کرتے ہیں اس کی حمد کے ساتھ۔ یعنی ان آیات سے اثر پذیر وہ لوگ ہوں گے جن کے دلوں کے اندر قساوت پیدا نہیں ہوئی ہے اس طرح کے لوگوں کے دلوں پر اگر غفلت کا کچھ غبار ہوتا ہے تو تذکیر و تنبیہ سے فوراً صاف ہو جاتا ہے اور پھر وہ حق کو ایسے جوش و جذبہ کے ساتھ اختیار کرتے ہیں کہ سالوں کی منزل، دنوں میں طے کرتے ہیں۔ قبول حق کی توفیق صرف وہی لوگ پاتے ہیں جو حق کو، خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، ہر چیز سے بالا سمجھتے ہیں اور جب وہ ان کے سامنے آتا ہے تو خواہ کسی گوشے سے آئے، یہاں تک کہ ان کا دشمن بھی ان کے سامنے پیش کرے تو فوراً گردن جھکا دیتے ہیں۔ [41]

اس آیت میں ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں وہی اللہ کے سامنے سربسجود ہوتے ہیں اور اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں اگر ان کے دلوں میں کوئی بات آ بھی جائے تو آپس میں بات کر کے اس غبار کو دور کرتے ہیں اور پھر جوش و جذبے کے ساتھ اللہ کی عبادت میں مصروف ہو جاتے ہیں۔

10. سورۃ ص، آیت نمبر ۲۴:

قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَاۗءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰي بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ۭ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ [42]

(بولا وہ بے انصافی کرتا ہے تجھ پر کہ مانگتا ہے تیری دنبی ملانے کو اپنی دنبیوں میں اور اکثر شریک زیادتی کرتے ہیں ایک دوسرے پر مگر جو یقین لائے ہیں اور کام کئے نیک اور تھوڑے لوگ ہیں ایسے اور خیال میں آیا داود کے کہ ہم نے اس کو جانچا پھر گناہ بخشوانے لگا اپنے رب سے اور گر پڑا جھک کر اور رجوع ہوا)۔

معارف القرآن کی روشنی میں:

(داوٗد علیہ السلام نے کہا کہ اُس نے جو تیری دنبی اپنی دنبیوں میں ملانے کی درخواست کی ہے تو واقعی تجھ پر ظلم کیا ہے)، کہ اگرچہ آنے والوں نے حضرت داوٗد علیہ السلام سے عدالتی فیصلہ طلب کیا تھا، لیکن نہ وہ وقت عدالت کا تھا، نہ مجلس قضا کی تھی، نہ وہاں حضرت داوٗدؑ کے پاس اپنے فیصلوں کو نافذ کرنے کے وسائل جمع تھے، اسلئے حضرت داوٗدؑ نے

قاضی کی حیثیت سے نہیں بلکہ مفتی کی حیثیت میں فتویٰ دیا، اور مفتی کا کام واقعے کی تحقیق کرنا نہیں ہوتا، بلکہ جیسا سوال ہو، اسی کے مطابق جواب دینا ہوتا ہے "وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ" اور بہت سے شرکاء ایک دوسرے پر زیادتی کیا کرتے ہیں اس سے اس بات پر تنبیہ کر دی ہے کہ جب دو انسانوں میں شرکت کا کوئی معاملہ ہو تو اس میں اکثر ایک دوسرے کی حق تلفیاں ہو جاتی ہیں، بعض اوقات ایک آدمی ایک کام کو معمولی سمجھ کر گزرتا ہے۔ لیکن درحقیقت وہ گناہ کا سبب بن جاتا ہے۔ اس لئے اس معاملے میں احتیاط کی بڑی ضرورت ہے۔

وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ (اور داوَدؑ کو خیال آیا کہ ہم نے ان کا امتحان کیا ہے) ان اگر مقدمہ کی صورت کو حضرت داوَدؑ کی لغزش کی تمثیل قرار دیا جائے تب تو یہ خیال آنا ظاہر ہی ہے، اور اگر صورت مقدمہ کا اس سے کوئی تعلق نہ ہو، تب بھی فریقین کی مجموعی حالت ظاہر کرنے کے لئے کافی تھی کہ یہ امتحانا بھیجے گئے ہیں، ایک طرف تو ان فریقوں نے مقدمہ کے فیصلے کے لئے اتنی جلد بازی اور جرات سے کام لیا کہ دیوار پھاند کے چلے آئے۔ دوسری طرف جب مقدمہ پیش ہوا، تو مدعا علیہ خاموش بیٹھا رہا، اور قولی اور عملی طور سے مدعی کی بات کو بے چون وچرا تسلیم کر لیا۔ حضرت داوَدؑ نے بھانپ لیا کہ یہ اللہ کے بھیجے ہوئے آئے ہیں اور یہ میرا امتحان مقصود ہے۔ اور بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ فیصلہ سننے کے بعد وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکرائے اور دیکھتے ہی دیکھتے آسمان پر چلے گئے۔ واللہ اعلم۔

''فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَاب'' (پس انھوں نے اپنے پروردگار سے مغفرت طلب کی، اور سجدے میں گر پڑے اور رجوع ہوئے)۔ یہاں دراصل رکوع کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جس کے لغوی معنی جھکنے کے ہیں۔ اور اکثر مفسرین کے نزدیک اس سے مراد سجدہ ہے۔ احناف کے نزدیک اس آیت کی تلاوت سے مراد سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔[43]

اس آیت میں حضرت داوَدؑ کے امتحان سے متعلق ذکر کیا گیا ہے کہ آپؑ کی عبادت کے متعلق دو آدمی دیوار پھلانگ کر اندر آئے اور اپنا مقدمہ آپؑ کو بتایا اور اس مسئلہ کا فیصلہ چاہا تو آپؑ نے مدعی کی بات کو سنتے ہوئے فیصلہ کیا اور پھر آپؑ نے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی اور سجدے میں چلے گئے۔

تدبر قرآن کی روشنی میں:

لفظ سَوال یہاں مطالبہ کے مفہوم میں ہے۔ حضرت داوَد علیہ السلام نے مقدمہ کی روداد سنتے ہی اندازہ فرما لیا کہ زیادتی دولت مند کی ہے اور پھر بے رورعایت یہ فیصلہ سنا دیا کہ اس شخص نے تمھاری دنبی کو اپنی دنبیوں میں ملا لینے کا مطالبہ کر کے تمھارے اوپر ظلم کیا ہے اور ساتھ ہی یہ ریمارک بھی دے دیا کہ اکثر شرکائے معاملہ اپنے ننانوے کو سو بنانے کی فکر میں اسی طرح ایک دوسرے کے ساتھ زیادتیاں کرتے رہتے ہیں۔ صرف وہی لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں جو ایمان اور عمل

صالح کی روش پر گامزن ہیں اور اس طرح کے لوگ بہت ہی تھوڑے ہیں۔ حضرت داؤد کی خاص صفت اوابیت اور انابت کی طرف توجہ دلائی کہ وہ ایک بادشاہ ہونے کے باوجود دنیاداروں کی طرح کسی گمنڈ اور استکبار میں مبتلا نہیں تھے بلکہ اپنے رب سے ڈرنے والے بندے تھے اس وجہ سے اس واقعہ کی روشنی میں انھوں نے خود اپنے حالات کا فوراجائزہ لیا اور اپنی ایک کمزوری پر شرمسار ہو کر اپنے رب کے آگے استغفار وتوبہ کے لئے سجدے میں گر پڑے۔[44]

اس آیت کی تفسیر میں ہے کہ حضرت داؤدؑ نے مقدمہ سنتے ہی فیصلہ کیا کہ جس کے پاس ایک دنبی ہے اس کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے کیونکہ اکثر شرکاء سے یہ برداشت نہیں ہوتا کہ کسی کے پاس کچھ بھی ہو وہ بس اپنے ننانوے کو سو پورا کرنے کی دھن میں ہوتے ہیں چاہے اس کے لئے انھیں دوسروں پر ظلم ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ حضرت داؤدؑ بادشاہ ہونے کے باوجود االلہ سے بہت ڈرتے تھے اور اللہ کے سامنے جھکے رہتے تھے آپؑ نے اس واقع کا دوبارہ جائزہ لیا اور اپنی فوری اللہ کے سامنے جھک گئے اور توبہ کرنا شروع کی۔

11. سورۃ حم السجدہ، آیت نمبر ۳۷۔۳۸:

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْـَٔمُوْنَ[45]

(اور اس کی قدرت کے نمونے ہیں رات اور دن اور سورج سجدہ نہ کرو سورج کو اور نہ چاند کو اور سجدہ کرو اللہ کو، جس نے ان کو بنایا اگر تم اسی کو پوجتے ہو، پھر غرور کریں تو جو لوگ تیرے رب کے پاس ہیں پاکی بولتے رہتے ہیں اسکی رات اور دن اور وہ نہیں تھکتے۔)

معارف القرآن کی روشنی میں:

اس آیت سے ثابت ہوا کہ سجدہ صرف خالق کائنات کا حق ہے اس کے سوا کسی ستارے یاانسان وغیرہ کو سجدہ کرنا حرام ہے۔ خواہ وہ عبادت کی نیت سے ہو یا محض تعظیم وتکریم کی نیت سے دونوں صورتوں باجماع امت حرام ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ جو عبادت کی نیت سے کسی کو سجدہ کرئے گا وہ کافر ہو جائے گا اور جس نے محض تعظیم وتکریم کے لئے سجدہ کیا اس کو کافر نہ کہیں گے مگر ارتکاب حرام کا مجرم اور فاسق کہا جائیگا۔ سجدہ عبادت تو اللہ کے سوا کسی کو کسی امت و شریعت میں حلال نہیں رہا۔ کیونکہ وہ شرک میں داخل ہے اور شرک تمام شرائع انبیاء میں حرام رہا ہے۔ البتہ کسی کو تعظیماً سجدہ کرنا۔ یہ پچھلی شریعتوں میں جائز تھا۔ دنیا میں آنے سے پہلے حضرت آدمؑ کے لئے سب فرشتوں کو سجدے کا حکم ہوا۔ یوسفؑ کو ان کو والد اور بھائیوں نے سجدہ کیا جس کا ذکر قرآن میں موجود ہے مگر باتفاق فقہار امت یہ حکم ان شریعتوں میں تھا۔ اسلام میں منسوخ قرار دے دیا گیا اور غیر اللہ کو سجدہ مطلقا حرام قرار دیا گیا ہے۔[46]

اس آیت میں اللہ پاک نے کھلے اور صاف الفاظ میں کہا ہے کہ میرے علاوہ کسی کو سجدہ نہ کرو کیونکہ ہر چیز اللہ کے تابع ہے سورج، چاند سب اللہ کے ہی آگے جھکتے ہیں لہذا تم بھی سورج یا چاند کو سجدہ نہ کرو۔ بلکہ صرف اور صرف اللہ کی ذات کو سجدہ کرو اور اس پر غرور نہ کرو۔ کیونکہ جو لوگ اللہ کے قریب ہیں وہ صرف اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور اسی کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ اور دن رات اسی میں مصروف رہتے ہیں اور وہ تھکتے بھی نہیں۔

تدبر قرآن کی روشنی میں:

خدا آسمان وزمین کا خالق ہے اسی خدا کی نشانیوں میں سے یہ رات اور دن، سورج اور چاند بھی ہیں۔ یہ خود اپنی گردش، اپنے ایاب وذہاب، اپنے عروج وزوال سے اپنی تسخیر اور اپنی محکومیت کی شہادت دے رہے ہیں۔ یہ زبان حال سے گواہی دے رہے ہیں کہ یہ نہ تو کسی پہلو سے خدا کی خدائی میں شریک ہیں بلکہ خالق کائنات نے اس کائنات کو مشین میں ان پرزوں کی طرح جوڑا ہے اور وہ اس کے حکم سے اپنی مفوضہ خدمت انجام دے رہے ہیں۔ ان کی اس شہادت کے بعد ان کو خدا یا شریک خدا سمجھنا محض جہالت وحماقت ہے۔ ان کی حثییت خدا یا شریک خدا کی نہیں بلکہ خدا کی قدرت وحکمت اور رحمت وربوبیت کی نشانیوں کی ہے اور اس طرح کی نشانیاں صرف یہی نہیں ہیں بلکہ ان کے علاوہ اور بھی بے شمار نشانیاں ہیں جن میں سے یہ بھی ہیں۔ یعنی اگر یہ لوگ بربنائے استکبار تمھاری بات نہیں سن رہے ہیں اور بڑے طنطنہ کے ساتھکتے ہیں کہ تمھاری باتوں کے لئے ان کے کان بہرے اور تمہارے اور ان کے درمیان حجاب حائل ہے تو تم ان کو ان کے حال پر چھوڑو۔ خدا کو ان کی کوئی پروا نہیں اور تم بھی ان کی کوئی پرواہ نہ کروَ۔ یہ اگر خدا کی عبادت نہیں کریں گے تو اس سے خدا کی بزم نہیں اجڑ جائے گی۔ تیرے رب کے پاس جو فرشتے ہیں وہ رات دن اس کی تسبیح میں سرگرم ہیں اور ان کے ذوق وشوق کا حال یہ ہے کہ وہ کبھی اس کام سے نہیں تھکتے۔[47]

اس آیت کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ سورج، چاند اور ستارے سب اللہ ہی کی نشانیوں میں سے ایک ہیں اور یہ اللہ کے حکم کے تابع ہیں تو ان کو اپنا خدا مان کر ان کی پرستش کرنا بے وقوفی ہے اللہ کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھراؤ بلکہ اسی کی تسبیح کروَ فرشتے دن رات اللہ کی عبادت میں مصروف رہتے ہیں نہ تو یہ اللہ کی عبادت سے تھکتے ہیں اور نہ اکتاتے ہیں اور نہ ہی اس پر تکبر کرتے ہیں بلکہ عاجزی سے اپنے اللہ کو راضی کرنے میں لگے ہیں۔

12. سورۃ النجم، آیت نمبر ۵۹۔۶۳:

اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ۔ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ۔ وَ اَنْتُمْ سَامِدُوْنَ۔ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا[48]

(کیا تم کو اس بات سے تعجب ہوتا ہے اور ہنستے ہو اور روتے نہیں، اور تم کھلاڑیاں کرتے ہو، سو سجدہ کروَ اللہ کے آگے اور بندگی)

معارف القرآن کی روشنی میں:

هٰذَا الْحَدِيْثِ سے مراد قرآن کریم ہی معنی آیت کے ہیں کہ قرآن کریم جیسا کلام الٰہی جو خود ایک معجزہ ہے تمھارے سامنے آچکا کیا اس پر بھی تم تعجب کرتے ہو اور بطو ااستہزا کے ہنستے ہو، اور اپنی معصیت یا عمل میں کوتاہی پر روتے نہیں، وَ اَنْتُمْ سَامِدُوْنَ سمود کے لغوی معنی غفلت و بے فکری کے ہیں سامدون بمعنی غافلون ہے اور ایک معنی سمود کے گانے بجانے کے بھی آتے ہیں وہ بھی اس جگہ مراد ہوسکتے ہیں۔ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا پچھلی آیات جو غور کرنے والے انسان کو عبرت و موعظت کا سبق دیتی ہیں اسکا مقتضٰی یہ ہے کہ تم سب اللہ کے سامنے خشوع و تواضع کے ساتھ جھکو اور سجدہ کرو اور صرف اسی کی عبادت کرو،[49]

اس آیت میں عبرت والوں کے لئے سبق موجود ہے وہ لوگ جو قرآن کی آیات کو سنتے ہیں اور اس پر تعجب کرتے ہیں اور اس کا مذاق اڑاتے ہیں اور اپنے کئے ہوئے عمل پر نادم نہیں ہوتے اور نہ ہی روتے ہیں وہ بہت زیادہ غفلت میں ہیں ان کے لئے اس آیت میں سبق اور نصیحت ہے۔ ان کو چاہیے کہ وہ اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہو اور اسی کی عبادت کریں۔

تدبر قرآن کی روشنی میں:

ان کے حال پر اظہار تعجب ہے کہ جو کتاب تمھیں اتنے بڑے عذاب کے قرب کی خبر دے رہی ہے تم اس کے انداز پر تعجب کر رہے ہو کہ بھلا تم پر عذاب کدھر سے اور کیوں آجائے گا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ یہ چیز ہنسنے اور مذاق اڑانے کی نہیں بلکہ رونے اور سر پیٹنے کی ہے لیکن تم رونے کی جگہ اس پر ہنس رہے ہو۔ سمد اور سمود کے معنی مدہوش ہونے کے ہیں۔ یعنی یہ کتاب تو تمھیں جھنجھور جھنجھور کر جگا رہی ہے لیکن تم غفلت کے بستر پڑے سو رہے ہو۔ یعنی خیریت چاہتے ہو تو جاگو اور دوسرے دیویوں اور دیوتاؤں کو چھوڑ کر اپنے رب ہی کو سجدہ اور اسی کی بندگی کرو۔ اس کے سوا کوئی اور اس آفت سے نجات دینے والا نہیں بنے گا۔[50]

اس آیت کی تفسیر میں کافروں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ یہ کتاب یعنی قرآن پاک تمہیں عذاب کی خبر دے رہا ہے کہ تم اس عذاب سے خود کو محفوظ کرنے کی بجائے اس کا مذاق بنا رہے ہو یہ ہنسنے کی نہیں بلکہ رونے کی بات ہے اور ہوش میں آو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور اس کی تسبیح کرو، اسی کے آگے سجدہ کرو۔

13. سورۃ الانشقاق، آیت نمبر ۲۱:

وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ[51]

(اور جب پڑھئے ان کے سامنے قرآن وہ سجدہ نہیں کرتے)۔

معارف القرآن کی روشنی میں:

ان لوگوں کو کیا ہوا کہ ایمان نہیں لاتے اور (خود تو ایمان اور حق کی کیا طلب کرتے انکی عناد کی یہ حالت ہے کہ) جب انکے روبرو قرآن پڑھا جاتا ہے تع (اسوقت بھی خدا کی طرف) نہیں جھکتے بلکہ (بجائے جھکنے کے) یہ کافر (اور الٹی) تکذیب کرتے ہیں اور اللہ کو سب خبر ہے۔ یعنی جب ان کے سامنے ان واضح ہدایات سے بھرا ہوا قرآن پڑھا جاتا ہے اسوقت بھی وہ اللہ کی طرف نہیں جھکتے۔[52]

اس آیت میں کفار کا ذکر ہے کہ اگر ان کے سامنے قرآن پاک کی آیات پڑھی جائے تو بھی وہ سجدہ نہیں کرتے اور ان کی آیات کو جھٹلاتے ہیں اور اللہ ان سے خوب واقف ہے۔

تدبر قرآن کی روشنی میں:

یعنی حق تو یہ تھا کہ جب قرآن ان کو ایسی حقیقت سے آگاہ کر رہا ہے تو جب وہ ان کو سنایا جاتا تو وہ اس کی عظمت کے اعتراف اور اس کی بیان کردہ حقیقت کی تصدیق کے لیے بطور شکر یہ اپنے رب کے آگے سجدہ میں گر پڑتے، لیکن ان کا رویہ اس کے بالکل برعکس یہ ہے کہ وہ اکڑتے اور اس کی تکذیب کرتے ہیں۔ یہاں عرب اور اہل مصر کی یہ روایت پیش نظر رہے کہ جب وہ کسی کی بات کی عظمت اور صداقت کا سچے جوش و جذبہ کے ساتھ اعتراف کرنا چاہتے تو اس کو دیکھتے اور سنتے ہی بے تحاشہ سجدے میں گر پڑتے۔ حضرت موسیٰؑ کے مقابلے کے لئے فرعون نے جن ساحروں کو اکٹھا کیا تھا، انھوں نے حضرت موسیٰؑ کی صداقت اور ان کے معجزات کی عظمت کا اعتراف اسی طرح کیا[53]

جب کفار کو قرآن پڑھ کر سنایا جاتا تو ان کا حق یہ تھا کہ وہ اس کو سمجھتے اور اللہ کی عبادت کرتے اور سجدے میں گر جاتے لیکن انھوں نے ایسا نہ کیا بلکہ اس کے الٹ کیا اور اکڑتے ہیں اور اس قرآن کو جھٹلاتے ہیں اس میں انھیں کا نقصان ہے۔

14. سورۃ العلق، آیت نمبر ۱۹:

كَلَّاۚ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَ اقْتَرِبْ[54]

(کوئی نہیں مت مان اسکا کہا اور سجدہ کر اور نزدیک ہو)۔

معارف القرآن کی روشنی میں:

یہ نبی کریم ﷺ کو ہدایت ہے کہ ابو جہل کی بات پر کان نہ دھریں اور سجدہ اور نماز میں مشغول رہیں کہ یہی اللہ تعالیٰ کے قرب کا راستہ ہے۔ (اسمیں ایک لطیف وعدہ ہے کہ حق تعالیٰ آپکو ان لوگوں کے ضرر سے ضرور محفوظ رکھا گیا

کیونکہ نماز سے قرب ہوتا ہے اور قرب موجب عظمت ہے الاالحکمۃ خاصہ، پس ایسے امور کیطرف ذرا التفات نہ کیجیے اپنے کام میں لگے رہیئے۔)[55]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے پیارے محبوب محمد ﷺ سے مخاطب ہیں کہ ابو جہل کی باتوں پر دھیان نہ دیں بلکہ ان کو چھوڑ کر اپنی عبادت میں مشغول رہیں اور اللہ کو سجدہ کریں اسی سے اللہ کا قرب حاصل ہو گا اور اللہ پاک ہر نقصان سے محفوظ رکھیں گے۔

تدبر قرآن کی روشنی میں:

فرمایا اگر کوئی سر پھرا تمہیں خدا کے آگے سجدہ کرنے سے روکتا ہے تو اس کی اس حرکت کو خاطر میں نہ لاؤ۔ بلکہ سجدہ کرو اور اپنے رب سے قریب تر ہو جاؤ۔ یہ امر یہاں واضح رہے کہ قرآن نے جگہ جگہ نماز ہی کو صبر و عزیمت اور فتح باب نصرت کی کلید بتایا ہے اور سجدہ نماز کا اہم رکن ہے۔ یہ اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ یہ کس کی مجال ہے کہ تمھیں اس چیز سے روک دے جو تمھاری زندگی کی غایت اور خدا سے تعلق کا واحد وسیلہ ہے، اگر کوئی ایسی جسارت کرتا ہے تو تم اس کے شر سے خدا کی پناہ چاہو جس کا واحد طریقہ اس کے آگے سر بسجود ہونا ہے۔[56]

اس آیت میں حکم دیا گیا ہے کہ اگر کوئی اللہ کے سامنے سجدہ کرنے سے روکتا ہے تو اس کی بات بالکل نہ مانو بلکہ تمہیں چاہیے کہ اللہ کے سامنے جھکو اس کی بندگی کرو اور اللہ کا قرب حاصل کرو۔ اور اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے اللہ کو سجدہ کرو۔

خلاصہ بحث:

محمد شفیع عثمانی نے اپنی کتاب معارف القرآن میں وضاحت کے ساتھ ذکر کیا ہے آیت سجدہ کی وضاحت اس انداز سے کی ہے کہ ایک عام، انسان یا قاری کو بآسانی سمجھ آسکتی ہے مگر اس میں کچھ مقامات میں کچھ الفاظ بہت ہی پیچیدہ ہیں جو کے عام فہم سے بالاتر ہیں اور ان کا معانی بھی کہیں تحریر نہیں ہے۔ اسکے علاوہ اگر کسی سجدے میں کوئی واقعہ پیش کرنا مقصد تھا تو بہت ہی وضاحت کے ساتھ اس واقعے کا ذکر کیا گیا ہے سجدے کے مقاصد کو بہت اچھے سے بتایا گیا ہے اور اس میں اللہ کی عظمت اور بڑائی کا ذکر کرتے ہوئے سجدہ کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ کی واحدانیت کا تذکرہ ملتا ہے سورج، چاند، ستارے، درخت، چوپائے، زمین اور آسمان سب اپنے اپنے طریقے سے اللہ کی واحدانیت کو تسلیم کرتے ہوئے اللہ کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہیں۔ فرشتے، جن و انس سب اللہ کے آگے سجدہ ریز ہیں اللہ کے نیک بندے سب اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ مشرکین کی نافرمانیوں کا تذکرہ سب ان سجدوں میں ذکر کیا گیا ہے۔ اسی طرح مولانا امین احسن اصلاحی کی کتاب تدبر قرآن ہمارے لئے بہت ہی شاندار تحفہ ہے اس میں آیات سجدہ کے مقامات کو وضاحت

کے ساتھ بیان کرتے ہوئے سجدہ کی اہمیت ، سجدہ تلاوت کرنے کا طریقہ سب بتایا گیا ہے۔ مقام سجدہ میں موجود مشکل الفاظ کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ جہاں کہیں اللہ کی پاکی اور بڑائی کو بیان کیا گیا ہے وہاں اللہ پاک نے سجدے کا حکم بھی دیا۔ دونوں تفاسیر میں ایک چیز مشترک ہے کہ آیت سجدہ کا جو مفہوم ہے کہ وہ ان تین اسباب کی وجہ سے ہی ہم پر آیت سجدہ کرنا واجب ہوا ہے وہ تینوں وجوہات ان تفاسیر میں واضح طور پر بیان کی گئی ہیں جیسے فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم ہوا تو فرشتوں نے سجدہ کیا تو کا حکم دیا کہ انسانوں کو بھی سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا مشرکین نے انکار کیا تو یہاں انسانوں کو سجدے کا حکم دیا گیا تاکہ ان کی مخالفت ہو سکے۔

حوالہ جات

[1] الجزیری، عبد الرحمٰن، کتاب الفقہ، (مترجم: منظور احسن عباسی)، علماء اکیڈمی، شعبہ مطبوعات، محکمۃ اوقاف پنجاب، لاہور، ص، ۷۲۱

[2] ۔عبد اللہ بن عمر، رواالبخاری، فی صحیح بخاری، المملکۃ العربیۃ السعودیہ: دار العاصمۃ، الریاض، ۱۴۲۳ھ، جلد:۱، حدیث:۱۰۷۵

[3] ۔ڈاکٹر حافظ محمد شہباز، سجدہ تلاوت کے احکام اور سجدہ تلاوت کا پیغام، علوم اسلامیہ، لاہور، ص:۲۹

[4] ۔ڈاکٹر حافظ محمد شہباز، سجدہ تلاوت کے احکام اور سجدہ تلاوت کا پیغام، علوم اسلامیہ، لاہور، ص:۱۸

[5] ۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، امام، الجامع الصحیح، کتاب السجود القرآن، باب من رأی أن اللہ عزوجل لم یوجب اسجود، مکتبہ دار السلام، اسلام آباد، ۲۰۱۸، حدیث:۱۰۷۷

[6] ۔ مفتی محمد رفیع عثمانی، حیات مفتی اعظم، ادارۃ المعارف کراچی، مئی ۲۰۰۷ء، ص:۲۴

[7] ۔سید محمد قاسم، تذکرہ مفسرین پاکستان، تذکرہ ہاوس، اے ۱۳۶، سیکٹر ۱۱بی، کراچی، ص:۳۴۸

[8] ۔سید محمد قاسم، تذکرہ مفسرین پاکستان، تذکرہ ہاؤس، کراچی، ۲۰۲۱، ص:۳۵۲

[9] ۔ ایضاً، ص ۳۵۰۔ ۳۵۲

[10] ۔ محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ادارہ المعارف، کراچی، ۱۹۸۴ء، ج:۱، ص:۶۹

[11] ۔ ایضاً

[12] ۔سید محمد قاسم، تذکرہ مفسرین پاکستان، تذکرہ ہاوس، اے ۱۳۶، سیکٹر ۱۱بی، کراچی ص:۱۰۵، ۱۰۶

[13] ۔ڈاکٹر عبد الروف ظفر، علوم القرآن (فنی، فکری اور تاریخی مطالعہ) نشریات، ص:۳۷۹

[14] ۔ امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، فاران فاونڈیشن، لاہور، ۱۹۹۹ء، ج:۱ص:۴۲

[15] ۔ اعراف، (۷)، ۲۰۶

[16] ۔ محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ادارہ المعارف، کراچی، ۱۹۸۴ء، ج:۴، ص:۱۶۹

[17] ۔ امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، فاران فاونڈیشن، لاہور، ۱۹۹۹ء، ج:۳، ص:۴۱۵

[18] ۔ الرعد، (۱۳)، ۱۵

[19] ۔ محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن،، ج:۵، ص:۱۶۸

[20] ۔ امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن،، ج:۴، ص:۲۷۸

[21] ۔ النحل، (۱۶)، ۴۷۔۵۰

[22] ۔ محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ج:۵، ص:۳۴۱

[23] ۔ امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، ج:۴، ص:۴۱۶

[24] ۔ بنی اسرائیل، (۱۷)، ۱۰۷۔۱۰۹

[25] ۔ محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ج:۶، ص:۴۲

[26] ۔ امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، ج:۴، ص:۵۴۶

[27] ۔ مریم (۱۹)، ۵۸

[28] ۔ محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ج:۶، ص:۴۲

[29] ۔ امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، ج:۴، ص:۶۶۷

[30] ۔ الحج، (۲۲)، ۱۸

[31] ۔ محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ج:۶، ص۲۴۶

[32] ۔ امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، ج:۵، ص:۲۳۰

[33] ۔ الفرقان، (۲۵)، ۶۰

[34] ۔ محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ج:۶، ص:۴۸۱

[35] ۔ امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، ج:۵، ص:۴۸۱

[36] ۔ النمل، (۲۷)، ۲۵۔۲۷

[37] ۔ محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ج:۶، ص:۵۷۰

[38] ۔ امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، ج:۵، ص:۵۹۸

[39] ۔ السجدہ، (۳۲)، ۱۵

[40] ۔ محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ج:۷، ص:۶۸۔۶۹

[41] ۔امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، ج:۶، ص:۱۶۶

[42] ۔ص،(۳۸)،۲۴

[43] ۔محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ج:۷، ص:۵۰۴۔۵۰۶

[44] ۔امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، ج:۶، ص:۵۲۶

[45] ۔حم السجدہ،(۴۱)،۳۷۔۳۸

[46] ۔محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ج:۷، ص:۶۵۴

[47] ۔امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، ج:۷، ص:۱۰۸

[48] ۔النجم،(۵۳)،۵۹۔۶۲

[49] ۔محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ج:۸، ص:۲۲۲

[50] ۔امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، ج:۸، ص:۸۴

[51] ۔الانشقاق۔(۸۴)،۲۱

[52] ۔محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ج:۸، ص:۷۰۷

[53] ۔امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، ج:۹، ص:۲۷۸

[54] ۔العلق،(۹۶)،۱۹

[55] ۔محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ج:۸، ص:۷۸۹

[56] ۔امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، ج:۹، ص:۴۵۹